نہج البلاغہ میں احادیث اور اصول حدیث

روشن علی*

ڈاکٹرکرم حسین ودھو

کلیدی کلمات: حدیث، سنت، قول، فعل، طرز زندگی، قصاص، حدود، راوی،، عقل، سند

خلاصہ

نہج البلاغہ امیر المومنین حضرت علی ابن ابی طالب علیہ السلام کے کلام کا مشہور ترین مجموعہ اور معارف کا وہ گراں بہا سرمایا ہے جس کی اہمیت اور عظمت ہر دور میں مسلم رہی ہے۔ اس میں انسانی زندگی کے تمام پہلوؤں میں جس جامعیت کے ساتھ رہنمائی پیش کی گئی ہے وہ کسی ترجمانِ وحی کے یہاں نہیں پائی جاتی۔ نہج البلاغہ میں نبی کریم ﷺ کی بہت سی احادیث موجود ہیں۔ حضرت علی علیہ السلام نے اپنے کلام میں کچھ احادیث کا حوالہ دیا ہے اور فرمایا ہے: "فقال"، "قال لی" ، "سمعت رسول اللہ" ، "کان یقول" وغیرہ کہہ کر حدیث نقل کی ہے۔ یا آپؐ کے فعل کی طرف اشارہ کیا ہے۔ کئی مقامات پر آپؑ نے حوالہ دیے بغیر بھی اپنے کلام میں حدیث نقل کی ہے۔ بعض مقامات پر الفاظ حضرت علی علیہ السلام کے ہیں لیکن ان کا مفہوم و معنی وہی حدیثِ رسول ﷺ والا ہے۔

اس مقالہ میں ہم حدیث کے طور پر نہج البلاغہ سے رسول اکرم ﷺ کے قول، فعل، تقریر کو، آپؐ کی سیرت، اخلاق، کردار یہاں تک کہ آپؐ کا سونا، کھانا، پینا، اٹھنا، بیٹھنا یعنی آپؐ کا طرز زندگی وغیرہ کو بیان کریں گے۔ اس کے ساتھ ساتھ ہم اس مقالہ میں اصول حدیث کو بھی بیان کریں گے کیونکہ حضرت علی علیہ السلام نے ایسے اصول حدیث بیان فرمائے ہیں جن میں احادیث کی اقسام اور ان کو پرکھنے کے کا طریقہ کار، رواۃ کی اقسام اور ان کی بیان کی ہوئی احادیث کی حیثیت کو بھی بیان کیا گیا ہے۔

---

*۔اسٹنٹ پروفیسر اسلام آباد ماڈل کالج فار بوائز، ایف 10/3 اسلام آباد

مقدمہ

اللہ تعالیٰ نے انسان کو پیدا کیا اور اس میں اپنی روح پھونک دی۔ پھر اسے مسجود ملائکہ قرار دیا اور اپنا نائب و خلیفہ بنایا۔ اسے وہ کچھ سکھادیا جو وہ نہیں جانتا تھا۔ اللہ تعالی نے انسان کو علم و شریعت عطا کیا تاکہ وہ گمراہی سے محفوظ رہے اور اللہ وحدہ لاشریک کی اطاعت و بندگی سے دور نہ ہو جائے۔ جیسے جیسے انسانوں کی تعداد میں اضافہ ہوتا گیا ویسے ان میں اختلافات اور خرافات کا بھی اضافہ ہوتا گیا۔ اللہ ان کے اختلاف کو مٹانے اور ان کو یکجا جمع کرنے کے لئے اپنی طرف سے ضرورت کے مطابق انبیاء کرام علیہم السلام کو اپنے احکام دے کر بھیجتا رہا۔

انبیاء کرام علیہم السلام کی آمد کا یہ سلسلہ چلتا ہوا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک پہنچا۔ اللہ تعالی نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو آخری نبی بنایا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ایسی کتاب و شریعت عطا کی جو تمام بنی نوع انسان کے لئے ہدایت ہے۔ ہمارے پیارے نبی حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لوگوں کو گمراہی سے نکالا۔ نور شریعت کے ماخذ میں سے بنیادی ماخذ قرآن و حدیث نبوی ہیں۔ قرآن تو ہمارے لئے قطعی الصدور ہے، جس میں ذرہ برابر بھی شک و شبہ نہیں ہے کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے بذریعہ وحی نازل ہوا ہے، لیکن احادیث نبویہ کی اکثریت قطعی الصدور نہیں ہیں اس میں بہت زیادہ اختلاف پایا جاتا ہے۔ ہمارے پیارے نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر آپ کی زندگی میں ہی جھوٹ بولا گیا یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کہنا پڑا کہ جو شخص بھی مجھ پر جھوٹ بولے گا وہ اپنا ٹھکانا جہنم میں پائے گا۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رحلت کے بعد حدیث کا نشر اشاعت رواۃ حدیث کے واسطے سے ہوا، اس طرح کہ فلان عن فلان اس نام بنام سلسلہ رواۃ کو سند کہا جاتا ہے یہ سلسلہ سند ہی وہ معیار ہے جس پر حدیث کو پرکھا جاسکتا ہے اور صحیح و سقیم کو جانچا جاسکتا ہے۔ اگر حدیث کے رواۃ ثقہ ہوں گے تو حدیث بھی قابل وثوق و اعتماد ہوگی اور اگر ان کی عدالت مشتبہ اور صداقت مشکوک ہوگی تو حدیث بھی اعتماد و وثوق کے پایہ سے گر جائے گی اس لئے ہر حدیث کو ایک سطح پر سمجھا نہیں جاسکتا بلکہ کچھ قابل اعتماد و وثوق ہوں گی اور کچھ متروک و ساقط الاعتبار۔ اس کی صحت یا عدم صحت پر اس وقت تک حکم نہیں لگایا جاسکتا جب تک سلسلہ سند کے رواۃ کو پرکھ نہ لیا جائے۔ چنانچہ امیر المؤمنین حضرت علی ابن ابی طالب علیہ السلام راویوں کو یہ ہدایت کرتے تھے کہ وہ متن حدیث کے ساتھ راوی یا رواۃ کا ذکر بھی کریں تاکہ حدیث کی صحت کو پرکھا جاسکے۔ حضرت علیؑ نے

نہج البلاغہ میں اسی سلسلہ رواۃ کی صفات بیان کی ہیں جس کی وجہ حدیث کے قبولیت اور عدم قبولیت کو پر کھا جا سکتا ہے۔اس مقالہ میں نہج البلاغہ میں احادیث رسول ﷺ کا تذکرہ کیا جائے گا۔

حدیث کا تعارف

حدیث عربی زبان کا لفظ ہے، جس کے لغوی معنی ہیں:

"الحدیث لغۃ: الجدید او ھوضد القدیم، ویطلق علی الخبر قلیلہ و کثیرہ۔" (1)

"حدیث کی لغوی معنی جدید کے ہیں، جو قدیم کا ضد ہے ۔اس کا اطلاق خبر پر ہوتا ہے چاہے وہ قلیل ہو یا کثیر۔"

حدیث کی اصطلاحی تعریف اس طرح بیان کی گئی ہے:

محدثین کی اصطلاح میں رسول اکرم (ﷺ) کے قول ، فعل، تقریر اور وصف کو حدیث کہتے ہیں۔ (لیکن) محدثین نے صحابہ و تابعین کے اقوال، افعال اور تقاریر پر بھی اس کا اطلاق کیا ہے۔(2)

مکتب تشیع کے ایک عظیم علمبر دار شہید ثانی نے منیۃ المرید میں حدیث کے علم کی فضیلت کے بیان کے ضمن میں اس علم کا موضوع، قول، فعل، تقریر اور صفت معصوم کو قرار دیا ہے۔ان کے مطابق:

"و اما علم الحدیث فھو اجل العلوم قدرا اعلاھا رتبۃ و اعظمھا مثوبۃ بعد القرآن و ھو ما اضیف الی النبی صلّی اللہ علیہ و آلہ و سلم او الی الائمۃ المعصومین علیھم السلام قولا او فعلا او تقریرا او صفۃ، حتی الحرکات و السکنات و الیقظۃ و النوم۔" (3)

یعنی" جہاں تک حدیث کے علم کا تعلق ہے تو یہ علم قرآن کے (علم) کے بعد دیگر تمام علوم سے اپنی قدر و منزلت کے لحاظ سے زیادہ وزنی، اپنے مقام کے لحاظ سے اعلی رتبہ اور ثواب کے لحاظ سے اعظم ہے۔ اور وہ عبارت ہے اُس چیز سے جس کی نسبت نبی کریم ﷺ یا ائمہ معصومین علیہم السلام میں سے کسی کی طرف دی گئی ہو، وہ چاہے، قول ہو یا فعل یا تقریر ہو یا صفت، یہاں تک کہ حرکات، سکنات، بیداری اور نیند بھی ہو۔"

اس تعریف کی روشنی میں نہج البلاغہ چونکہ کلام معصوم ہے لہٰذا یہ مکمل حدیث ہے۔ لیکن ہماری مراد نبی کریم ﷺ کا قول، فعل اور تقریر ہے لہٰذا ہم اس مقالہ میں رسول اکرم ﷺ کے قول، فعل اور تقریر

کو، آپؐ کی سیرت، اخلاق، کردار یہاں تک کہ آپؐ کا سونا، کھانا کھانا، اٹھنا بیٹھنا یعنی آپؐ کا طرز زندگی وغیرہ کو بیان کریں گے چونکہ یہ سب حدیث میں شامل ہیں۔

حدیث کی اہمیت وافادیت

قرآن مجید کی طرح احادیث مبارکہ بھی شرعی اوامر ونواہی کا سرچشمہ اور دینی احکام کا اہم ماخذ ہیں۔ اگر حدیث کو قابل عمل نہ سمجھا جائے تو قرآن مجید کی افادیت بھی مضمحل ہو جائے گی۔ اس لئے کہ قرآن مجید کے اکثر احکام مجمل اور شرح طلب ہیں، جنہیں احادیث ہی کے ذریعے سمجھا جاسکتا ہے۔ اگر احادیث مبارکہ کو نظرانداز کرکے قرآن مجید کے مفہوم کو اپنی رائے سے متعین کرنے کی اجازت ہوتی تو نماز، روزہ، حج، زکوۃ وغیرہ کے احکام کی کوئی واضح صورت باقی نہ رہتی اور نہ اسلامی اصطلاحات کا کوئی خاص مفہوم متعین ہوتا، بلکہ ہر شخص ان اصطلاحات کی اپنی مرضی کے مطابق تشریح کرتا اور اسی پر عمل کرکے اپنے آپ کو عہدہ برآ سمجھ لیتا۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ قرآن ایک جامع کتاب ہے مگر اس میں اکثر احکام اجمالا بیان ہوئے ہیں، ان کی تشریح وتفصیل نبی کریم ﷺ کی ذمہ داری ہے۔ اس کے متعلق قرآن مجید میں ارشاد ہے:

"وَ اَنۡزَلۡنَاۤ اِلَیۡکَ الذِّکۡرَ لِتُبَیِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَیۡہِمۡ۔" (4)

ترجمہ: "ہم نے تم پر قرآن اتارا تا کہ جو احکام لوگوں کے لئے نازل کئے گئے ہیں تم انہیں واضح طور سے بیان کرو۔"

اس آیت کریمہ سے واضح ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں جو احکام نازل کئے ہیں وہ مجمل ہیں اور ان احکام کی وضاحت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذمہ داری ہے۔ اسی لئے حضرت علی علیہ السلام نے جب حضرت عبد اللہ ابن عباس کو خوارج کے ساتھ مناظرہ اور بحث ومباحثہ کے لئے بھیجا تو انہیں حکم دیا:

"لَا تُخَاصِمْهُمْ بِالْقُرْآنِ فَإِنَّ الْقُرْآنَ حَمَّالٌ ذُو وُجُوهٍ تَقُولُ وَ يَقُولُونَ وَ لَكِنْ حَاجِجْهُمْ بِالسُّنَّةِ فَإِنَّهُمْ لَنْ يَجِدُوا عَنْهَا مَحِيصاً۔" (5)

یعنی: "تم ان سے قرآن کی رو سے بحث نہ کرنا کیونکہ قرآن بہت سے معنی کا حامل ہوتا ہے اور بہت سی وجہیں رکھتا ہے تم اپنی کہتے رہوگے اور وہ اپنی کہتے رہیں گے بلکہ تم حدیث سے ان کے سامنے استدلال کرنا، وہ اس سے گریز کی کوئی راہ نہ پا سکیں گے۔"

اسی طرح قرآن کریم میں ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ نبی کریم ﷺ کے متعلق ہمیں حکم دیتا ہے:

"وَمَآ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ ۚ وَمَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا۔" (6)

ترجمہ: "جو چیز تم کو رسولؐ دے دیں وہ لے لو اور جس چیز سے روکیں اس سے رک جاؤ۔"

اس میں واضح ہو رہا ہے کہ نبی کریم ﷺ جس چیز کے کرنے کا حکم دیں چاہے وہ قول کے ذریعے ہو یا فعل کے ذریعے اس پر عمل کرنا لازمی ہے اور جس چیز سے منع کر دیں تو اس سے رک جانا لازمی ہے۔

پس دین اور دینی علوم کی معرفت کا دار و مدار قرآن مجید اور احادیث رسول ﷺ پر ہے۔ قرآن تو ہمارے لئے قطعی الصدور ہے، جس میں ذرہ برابر بھی شک و شبہ نہیں ہے کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے بذریعہ وحی نازل ہوا ہے، لیکن احادیث کی اکثریت قطعی الصدور نہیں ہیں، اس میں بہت زیادہ اختلاف پایا جاتا ہے۔اس کے متعلق حضرت علی علیہ السلام فرماتے ہیں:

"وَلَقَدْ كُذِبَ عَلَى رَسُولِ اللهِ صلی الله علیه و آله وسلم عَلَى عَهْدِهِ حَتَّى قَامَ خَطِيباً فَقَالَ مَنْ كَذَبَ عَلَيَّ مُتَعَمِّداً فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ۔" (7)

یعنی: "رسول اللہ ﷺ پر آپؐ کے عہد میں جھوٹ بولا گیا یہاں تک کہ آپؐ کو خطاب کرنا پڑا کہ اے لوگو! مجھ پر کثرت سے جھوٹ بولا جا رہا ہے پس جو بھی مجھ پر جان بوجھ کر جھوٹ بولے گا وہ اپنا ٹھکانا جہنم میں پائے گا۔"

پھر آپؐ کی رحلت کے بعد آپؐ پر جھوٹ بولا گیا۔اسی لئے علماء کرام نے احادیث کو پرکھنے کے لئے کچھ اصول وضع کئے ہیں۔ احادیث کو اپنے مقررہ اصول و ضوابط پر پرکھنا انتہائی ضروری ہے تاکہ دین کے اصلی مصادر کو صحیح پہچانا جاسکے۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ آپ ﷺ کی زندگی میں ہی منافقین آپؐ پر جھوٹ بولنا شروع کیا تھا، چونکہ خود رسول اکرم ﷺ خود موجود تھے اسی ان کی اصلاحات کیا کرتے تھے اور منافقین ڈرتے رہتے تھے کہ کہیں رسول اکرم ﷺ کو ان کی ان حرکتوں کا پتا چل نہ جائے، لیکن رحلت کے بعد منافقین نے آپؐ پر بہت سے جھوٹ بولے اب تو انہیں کسی قسم کا کوئی ڈر بھی نہیں تھا۔

اسی اللہ کے رسول ﷺ اپنی زندگی میں یہ ارشاد فرمایا کہ جو شخص بھی آپؐ پر جھوٹ بولے گا وہ اپنا ٹھکانا جہنم میں پائے گا یہ حدیث: مَنْ كَذَبَ عَلَيَّ مُتَعَمِّداً فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ متواتر احادیث میں سے ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ایک کثیر تعداد نے اس حدیث کو روایت کیا ہے۔یہ حدیث تقریبا شیعہ سنی کی بڑی

تعداد کی کتب میں موجود ہے۔ لہٰذا جب بھی کوئی حدیث سنی جائے یا روایت کی جائے تو ان کے راوی یا رواۃ کو ضرور بیان کیا جائے اس کے بعد اس حدیث کو عقل بنیاد پر بھی پرکھا جائے۔ کیونکہ ایسا نہ ہو کہ وہ حدیث عقل کے خلاف ہو۔ حضرت علی علیہ السلام نے ہر سنی اور بیان کی جانے والی حدیث کے متعلق ارشاد فرماتے ہیں:

"اِعْقِلُوا الْخَبَرَ إِذَا سَمِعْتُمُوهُ عَقْلَ رِعَايَةٍ لَا عَقْلَ رِوَايَةٍ فَإِنَّ رُوَاةَ الْعِلْمِ كَثِيرٌ وَ رُعَاتَهُ قَلِيلٌ۔" (8)

یعنی: "جب کوئی حدیث سنو تو اسے عقل کے معیار پر رکھ لو صرف نقل پر بس نہ کرو کیونکہ علم کے نقل کرنے والے تو بہت ہیں اور اس پر غور و فکر کرنے والے کم ہیں۔"

اس قول سے یہ بات واضح ہو رہی ہے کہ حدیث کو سن کر فوراً اسی پر عمل نہ کیا جائے بلکہ اس کی تحقیق کی جائے کہ وہ حدیث صحیح ہے یا نہیں ہے۔ اسی لئے علماء نے حدیث کو پرکھنے کے لئے کچھ اصول وضع کئے ہیں۔ اسی طرح حضرت علی علیہ السلام کا ایک اور ارشاد ہے:

"إِذَا حَدَّثْتُمْ بِحَدِيثٍ، فَأَسْنِدُوهُ إِلَى الَّذِي حَدَّثَكُمْ، فَإِنْ كَانَ حَقّاً فَلَكُمْ، وَإِنْ كَانَ كَذِباً فَعَلَيْهِ۔" (9)

یعنی: "جب حدیث بیان کرو تو جس نے تم سے وہ حدیث بیان کی ہے اس کی سند کا بھی ذکر کرو اگر وہ صحیح ہوگی تو تمہیں فائدہ پہنچے گا اور جھوٹ ہوگی تو اس کا مظلمہ بیان کرنے والے پر ہوگا۔"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حضرت علیؑ کو تعلیم دینا

حضرت علی علیہ السلام کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہی تعلیم دی جس کے متعلق خود امیر المؤمنین علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں:

"وَ الَّذِي بَعَثَهُ بِالْحَقِّ وَ اصْطَفَاهُ عَلَى الْخَلْقِ مَا أَنْطِقُ إِلَّا صَادِقاً وَ قَدْ عَهِدَ إِلَيَّ بِذَلِكَ كُلِّهِ وَ بِمَهْلِكِ مَنْ يَهْلِكُ وَ مَنْجَى مَنْ يَنْجُو وَ مَآلِ هَذَا الْأَمْرِ وَ مَا أَبْقَى شَيْئاً يَمُرُّ عَلَى رَأْسِي إِلَّا أَفْرَغَهُ فِي أُذُنَيَّ وَ أَفْضَى بِهِ إِلَيَّ۔" (10)

یعنی: "اس ذات کی قسم جس نے پیغمبرؐ کو حق کے ساتھ مبعوث کیا اور ساری مخلوقات میں سے اسے منتخب کیا، میں جو کہتا ہوں سچ کہتا ہوں، مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان تمام چیزوں اور ہلاک ہونے والوں کی ہلاکت، اور نجات پانے والوں کی نجات اور اس امر کے انجام کی خبر دی ہے۔ اور ہر وہ چیز جو سر پر سے گذرے گی اسے میرے کانوں میں ڈالے اور مجھ تک پہنچائے بغیر نہیں چھوڑا۔"

اسی طرح ایک اور مقام پر حضرت علی علیہ السلام اپنے آپؑ کو رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علم کا دروازہ کہتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں:

''نحنُ الشِّعَارُ وَ الْأَصْحَابُ وَ الْخَزَنَةُ وَ الْأَبْوَابُ وَ لَا تُؤْتَى الْبُيُوتُ إِلَّا مِنْ أَبْوَابِهَا فَمَنْ أَتَاهَا مِنْ غَيْرِ أَبْوَابِهَا سُمِّيَ سَارِقاً۔'' (11)

یعنی: ''ہم قریبی تعلق رکھنے والے اور خاص ساتھی، خزانہ دار اور دروازے ہیں اور گھروں میں دروازوں ہی سے آیا جاتا ہے اور جو دروازوں کو چھوڑ کر کسی اور طرف سے آئے اس کا نام چور ہوتا ہے۔''

اسی طرح ایک اور مقام پر آپ علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں:

''وَإِنَّمَا هُوَ تَعَلُّمٌ مِنْ ذِي عِلْمٍ۔۔۔ تَضْطَمَّ عَلَيْهِ جَوَانِحِي۔'' (12)

یعنی: ''یہ صاحب علم (رسولؐ) سے معلوم کی ہوئی باتیں ہیں۔ علم غیب تو قیامت کی گھڑی کا علم ہے، اوران چیزوں کا علم ہے جن اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں شمار کر دیا ہے کہ اللہ کے پاس قیامت کا علم ہے۔ اور بارش کے برسانے والا وہی ہے۔ اللہ جانتا ہے کہ شکموں میں کیا ہے۔ اس کے علاوہ کسی کو نہیں معلوم کہ کل کیا کمائے گا اور کس سرزمین پر موت آئے گی۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ جانتا ہے کہ شکم مادر میں بچہ نر ہے یا مادہ، بدصورت ہے یا خوبصورت، سخی ہے یا بخیل، بدبخت ہے یا خوش نصیب، اور کون ہے جو جہنم کا ایندھن ہوگا اور کون جنت میں نبیوں کا رفیق ہوگا۔ یہ وہ علم ہے جسے اللہ کے علاوہ کوئی نہیں جانتا۔ رہا علاوہ دوسری چیزوں کا علم ہے جو اللہ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیا اور نبیؐ نے مجھے بتایا اور میرے لئے دعا فرمائی کہ میرا سینہ انہیں محفوظ رکھے اور میری پسلیاں انہیں سمیٹے رہیں۔''

اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت علی علیہ السلام کو تمام علوم نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف ملے ہوئے تھے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے تعلیم دی تھی نتیجہ میں حضرت علی علیہ السلام کے تمام علوم اللہ تعالیٰ کی طرف سے تھے

''عَبْدِ اللهِ قَالَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عِيسَى۔۔۔ عِلْمَ الْمَنَايَا وَ الْبَلَايَا وَ فَصْلَ الْخِطَابِ۔''(13)

یعنی: ''اصبغ بن نباتا حضرت علی علیہ السلام سے حدیث بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت علیؑ کو کہتے ہوئے سنا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے حلال و حرام کے ہزار باب، جو کچھ تھا اور جو کچھ ہوگا تعلیم کئے ہیں۔۔۔۔۔۔''

پس اس حدیث کی روشنی میں حضرت علی علیہ السلام کا ہر قول درحقیقت حدیث کی ترجمانی ہے اس حیثیت سے نہج البلاغہ مکمل ایک حدیث کی کتاب ہے۔

احادیث کی اقسام

حضرت علی علیہ السلام احادیث کی اقسام بیان کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں:

''إِنَّ فِي أَيْدِي النَّاسِ حَقّاً وَ بَاطِلًا وَ صِدْقاً وَ كَذِباً وَ نَاسِخاً وَ مَنْسُوخاً وَ عَامّاً وَ خَاصّاً وَ مُحْكَماً وَ مُتَشَابِهاً وَ حِفْظاً وَ وَهْماً وَ لَقَدْ كُذِبَ عَلَى رَسُولِ اللهِ صلی اللہ علیہ و آلہ عَلَى عَهْدِهِ حَتَّى قَامَ خَطِيباً فَقَالَ مَنْ كَذَبَ عَلَيَّ مُتَعَمِّداً فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ۔'' (14)

یعنی: ''لوگوں کے ہاتھوں میں حق اور باطل، صدق و کذب، ناسخ و منسوخ، عام و خاص، محکم و متشابہ، اور حقیقت و وہم سب کچھ ہے۔ اور کذب و افترا کا سلسلہ رسول اکرم ﷺ کی زندگی ہی سے شروع ہو گیا تھا، جس کے بعد آپ نے منبر پر اعلان کیا تھا کہ: جس شخص نے بھی میری طرف سے غلط بیانی کی اسے اپنی جگہ جہنم میں بنالینا چاہیے۔''

راویوں کی اقسام

حضرت علی علیہ السلام راویوں کی چار اقسام بیان کرتے ہیں جن میں سے صرف ایک کی روایت قابل قبول ہے باقی تین رواۃ کی احادیث قابل قبول نہیں ہیں:

''وَإِنَّمَا أَتَاكَ بِالْحَدِيثِ أَرْبَعَةُ رِجَالٍ لَيْسَ لَهُمْ خَامِسٌ۔'' (15)

یعنی: ''یاد رکھو کہ حدیث کے بیان کرنے والے چار طرح کے لوگ ہوتے ہیں جن کی پانچویں کوئی قسم نہیں ہے۔''

ان راویوں کے اوصاف اس طرح بیان کرتے ہیں:

پہلی قسم: منافق راوی

حضرت علی علیہ السلام احادیث کے راویوں کی چار اقسام بیان کرتے ہیں، ان میں سب سے پہلی قسم: منافق روایوں کی ہے، جس کے بارے میں فرماتے ہیں:

''رَجُلٌ مُنَافِقٌ مُظْهِرٌ لِلْإِيمَانِ مُتَصَنِّعٌ بِالْإِسْلَامِ۔۔۔ فَهَذَا أَحَدُ الْأَرْبَعَةِ۔'' (16)

یعنی: ''ایک راوی وہ منافق ہے جو ایمان کا اظہار کرتا ہے۔ اسلام کی وضع قطع اختیار کرتا ہے لیکن گناہ کرنے اور افتراء میں پڑنے سے پرہیز نہیں کرتا اور رسول اکرم ﷺ کے خلاف قصدا جھوٹی روایتیں تیار کرتا ہے۔ اگر لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ یہ منافق اور جھوٹا ہے تو یقینا اس کے بیان

کی تصدیق نہ کریں گے لیکن مشکل یہ ہے کہ وہ سمجھتے ہیں کہ یہ صحابی ہے۔ اس نے حضورؐ کو دیکھا ہے، آپؐ کے ارشاد کو سنا ہے اور آپؐ سے حاصل کیا ہے۔ اس طرح اس کے بیان کو قبول کر لیتے ہیں، جب کہ خود پروردگار بھی منافقین کے بارے میں خبر دے چکا ہے اور ان کے اوصاف کا تذکرہ کر چکا ہے اور یہ رسول اکرم ﷺ کے بعد بھی باقی رہ گئے تھے۔ گمراہی کے پیشواؤں اور جہنم کے داعیوں کی طرح اسی غلط بیانی اور افتراء پردازی سے تقرب حاصل کرتے تھے۔ وہ انہیں عہدے دیتے رہے اور لوگوں کی گردنوں پر حکمراں بناتے رہے اور انہیں کے ذریعے دنیا کو کھاتے رہے اور لوگ تو بہر حال بادشاہوں اور دنیاداروں ہی کے ساتھ رہتے ہیں، علاوہ ان کے جنہیں اللہ اس شر سے محفوظ کر لے۔"

اس حصہ کی تشریح کرتے ہوئے مفتی جعفر حسینؒ لکھتے ہیں: "پہلی قسم یہ ہے کہ راوی خود سے کسی روایت کو وضع کر کے پیغمبر کی طرف منسوب کر دے۔ چنانچہ ایسی روایتیں گھڑ کر آپ کے سر منڈھ دی جاتیں تھیں اور بعد میں یہ سلسلہ جاری رہا اور نت نئی روایتیں معرض وجود میں آتی رہیں۔ یہ ایک ایسی حقیقت ہے جس سے انکار نہیں کیا جا سکتا اور اگر کوئی انکار کرتا ہے تو اس کی بنیاد علم و بصیرت پر نہیں بلکہ سخن پروری اور مناظرانہ ضرورت پر ہوتی ہے۔" (17)

بہر صورت یہ وہ لوگ تھے جن کے دلوں میں نفاق بھرا ہوا تھا اور دین میں فتنہ وانتشار پیدا کرنے اور کمزور عقیدہ مسلمانوں گمراہوں کرنے کے لئے من گھڑت روایات بناتے تھے اور جس طرح پیغمبر اکرم ﷺ کے زمانے میں لوگوں کے ساتھ گھلے ملے رہتے تھے۔ قرآن مجید میں ان کو ملعون کہا گیا ہے ارشاد ہے:

"مَّلْعُونِينَ ۖ أَيْنَمَا ثُقِفُوٓا أُخِذُوا وَقُتِّلُوا تَقْتِيلًا۔" (18)

ترجمہ: "(یہ منافقین) پھٹکارے ہوئے ہیں جہاں پائے جائیں پکڑے جائیں اور جان سے مار ڈالے جائیں"

اسی طرح آپؐ کے بعد ان میں گھلے ملے رہے، جس طرح اس وقت فساد و تخریب میں لگے رہتے تھے اسی طرح آپؐ کے بعد بھی اسلام کی تعلیمات کو بگاڑنے اور اس کے نقوش کو مسخ کرنے کی فکر سے غافل نہ تھے بلکہ پیغمبر اکرم ﷺ کے زمانہ میں تو ڈرے سہمے رہتے تھے کہ کہیں پیغمبر اکرم ﷺ انہیں بے نقاب کر کے رسوا نہ کر دیں مگر آپؐ کے بعد ان کی منافقانہ سرگرمیاں بڑھ گئیں اور بے جھجک اپنے مفاد و

اغراض کے لئے پیغمبر اکرم ﷺ پر جھوٹ و افتراء باندھ دیتے تھے۔ان کے فتنہ و فساد اور فسق و فجور کو اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں اس طرح بیان کیا ہے:

"اَلْمُنٰفِقُوْنَ وَ الْمُنٰفِقٰتُ بَعْضُهُمْ مِّنْۢ بَعْضٍ ۘ يَاْمُرُوْنَ بِالْمُنْكَرِ وَ يَنْهَوْنَ عَنِ الْمَعْرُوْفِ وَ يَقْبِضُوْنَ اَيْدِيَهُمْ ؕ نَسُوا اللّٰهَ فَنَسِيَهُمْ ؕ اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ۔" (19)

ترجمہ: "منافق مرد اور منافق عورتیں ایک دوسرے کے ہم جنس (یعنی ایک ہی طرح کے) ہیں کہ برے کام کرنے کو کہتے اور نیک کاموں سے منع کرتے اور (خرچ کرنے سے) ہاتھ بند کئے رہتے ہیں۔انہوں نے خدا کو بھلا دیا تو خدا نے بھی ان کو بھلا دیا۔ بیشک منافق نافرمان ہیں۔"

ابن ابی الحدید اس کی وضاحت اس طرح بیان کرتے ہیں:

"لما ترکوا ترکوا وحیث سکت عنهم سکتوا۔۔۔ بذ کرهم غرض دنیوی۔" (20)

یعنی: "جب انہیں کھلا چھوڑ دیا گیا تو انہوں نے بہت سی باتوں کو چھوڑ دیا اور جب ان سے خاموشی اختیار کر لی گئی تو انہوں نے بھی اسلام اور اہل اسلام کے بارے میں چپ سادھ لی مگر در پردہ فریب کاریاں عمل میں لاتے رہتے تھے۔ جیسے کذب تراشی کہ جس کی طرف امیر المؤمنینؑ نے اشارہ کیا ہے۔ کیونکہ حدیث میں جھوٹ کی بہت زیادہ آمیزش کردی گئی تھی اور یہ فاسد العقیدہ رکھنے والوں کی طرف سے ہوتی تھی چنانچہ وہ اس کے ذریعہ سے گمراہی پھیلاتے، دلوں میں خدشے اور عقائد میں خرابیاں پیدا کرتے تھے اور بعض کا مقصد یہ ہوتا تھا کہ وہ ایک جماعت کو بلند کریں کہ جس سے ان کی دنیوی اغراض وابستہ ہوتی تھی۔"

دوسری قسم: بھولنے والے راوی

دوسرے وہ راوی ہیں جو بھول جانے والے ہیں، جن کے بارے میں حضرت علی علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں:

"وَ رَجُلٌ سَمِعَ مِنْ رَسُولِ اللهِ شَيْئاً لَمْ يَحْفَظْهُ عَلَى وَجْهِهِ فَوَهِمَ فِيهِ وَ لَمْ يَتَعَمَّدْ كَذِباً فَهُوَ فِي يَدَيْهِ وَ يَرْوِيهِ وَ يَعْمَلُ بِهِ وَ يَقُولُ أَنَا سَمِعْتُهُ مِنْ رَسُولِ اللهِ صلی الله علیه و آله فَلَوْ عَلِمَ الْمُسْلِمُونَ أَنَّهُ وَهِمَ فِيهِ لَمْ يَقْبَلُوهُ مِنْهُ وَ لَوْ عَلِمَ هُوَ أَنَّهُ كَذَلِكَ لَرَفَضَهُ۔" (21)

یعنی: "دوسرا راوی شخص وہ ہے جس نے رسول اکرمؐ سے کوئی بات سنی ہے لیکن اسے صحیح طریقہ سے محفوظ نہیں کر سکا ہے اور اس میں غلطی کا شکار ہو گیا ہے۔ جان بوجھ کر جھوٹ نہیں

بولتا ہے۔ جو کچھ اس کے ہاتھ میں ہے اسی کی روایت کرتا ہے اور اسی پر عمل کرتا ہے اور یہ کہتا ہے کہ یہ میں نے رسول اکرمؐ سے سنا ہے حالانکہ اگر مسلمانوں کو معلوم ہو جائے کہ اس سے غلطی ہو گئی ہے تو ہر گز اس کی بات قبول نہ کریں گے بلکہ اگر اسے خود بھی معلوم ہو جائے کہ یہ بات اس طرح نہیں ہے تو ترک کر دے گا اور نقل نہیں کرے گا۔"

تیسری قسم: اہل شبہ راوی

تیسری قسم کے راویوں کے بارے میں حضرت علی علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں:

"وَ رَجُلٌ ثَالِثٌ سَمِعَ مِنْ رَسُولِ اللهِ صلی الله علیه و آله شَيْئاً يَأْمُرُ بِهِ ثُمَّ إِنَّهُ نَهَى عَنْهُ وَ هُوَ لَا يَعْلَمُ أَوْ سَمِعَهُ يَنْهَى عَنْ شَيْءٍ ثُمَّ أَمَرَ بِهِ وَ هُوَ لَا يَعْلَمُ فَحَفِظَ الْمَنْسُوخَ وَ لَمْ يَحْفَظِ النَّاسِخَ فَلَوْ عَلِمَ أَنَّهُ مَنْسُوخٌ لَرَفَضَهُ وَ لَوْ عَلِمَ الْمُسْلِمُونَ إِذْ سَمِعُوهُ مِنْهُ أَنَّهُ مَنْسُوخٌ لَرَفَضُوهُ۔" (22)

یعنی: "تیسری قسم اس راوی شخص کی ہے جس نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو حکم دیتے ہوئے سنا ہے لیکن حضرت نے جب منع کیا تو اسے اطلاع نہیں ہو سکی۔ یا حضرت کو منع کرتے ہوئے سنا ہے لیکن جب آپ نے دوبارہ حکم دیا تو اطلاع نہ ہو سکی۔ اس شخص نے منسوخ کو محفوظ کر لیا اور ناسخ کو محفوظ نہیں کر سکا ہے اور اگر اسے معلوم ہو جائے کہ یہ حکم منسوخ ہو گیا ہے تو اسے ترک کر دے گا۔ اوار اگر مسلمانوں کو معلوم ہو جائے کہ اس نے منسوخ کی روایت کی ہے وہ بھی اسے نظر انداز کر دیں گے۔"

تیسرے قسم کے وہ رواۃ ہیں جنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے جو حدیث سنی اسے اسی طرح یاد رکھا اور عمل کیا لیکن حدیث کے ناسخ کو سننے کا موقعہ نہ مل سکا۔ اس نے صرف منسوخ پر اکتفا کر لیا۔

چوتھی قسم: صادق اور حافظ راوی

چوتھی قسم ان راویوں کی ہے جو صادق بھی ہیں اور حافظ بھی ہیں لہذا انہی کی احادیث کا اعتبار کیا جاتا ہے:

"وَ آخَرُ رَابِعٌ لَمْ يَكْذِبْ عَلَى اللهِ وَ لَا عَلَى رَسُولِهِ۔۔۔ الْمُتَشَابِهَ فَوَضَعَ كُلَّ شَيْءٍ مَوْضِعَهُ۔" (23)

یعنی: "چوتھی قسم اس شخص (راوی) کی ہے، جس نے نہ اللہ پر جھوٹ بولا ہے اور نہ ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے خلاف غلط بیانی سے کام لیا ہے اور وہ اللہ کے خوف کی وجہ سے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی تعظیم کی بنا پر جھوٹ کا دشمن بھی ہے۔ اور اس سے بھول چوک بھی نہیں ہوئی ہے، بلکہ جیسے رسول اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا ہے ویسے ہی محفوظ کر لیا ہے اور اسی پر عمل کیا ہے نہ اس میں کسی طرح کا اضافہ کیا ہے اور نہ

کمی کی ہے۔ ناسخ ہی کو محفوظ کیا ہے اور اسی پر عمل کیا ہے۔ اور منسوخ کو یاد رکھا ہے لیکن اس سے اجتناب کیا ہے۔ خاص و عام اور محکم و متشابہ کو بھی پہچانتا ہے اور اسی کے مطابق عمل بھی کرتا ہے۔"

چوتھی قسم کے وہ راوی ہیں کہ جو عدالت سے آراستہ، فہم و ذکا کے مالک، حدیث کے مورد و محل سے آگاہ، ناسخ و منسوخ، خاص و عام، مقید و مطلق سے واقف، کذب و افتراء سے کنارہ کش ہوتے تھے ان کے حافظہ محفوظ رہتا تھا اور اسے صحیح صحیح دوسروں تک پہنچا دیتے تھے۔ انہی کی بیان کردہ احادیث اسلام کا سرمایہ غل و غش سے پاک اور قابل اعتماد عمل ہیں۔ خصوصا وہ سرمایہ احادیث جو امیر المؤمنین علیہ السلام سے امانتدار سینوں میں منتقل ہوتا رہا اور قطع و برید اور تحریف و تبدل سے محفوظ رہنے کی وجہ سے اسلام کو صحیح صورت میں پیش کرتا ہے۔(24)

حدیث کے دو رخ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی احادیث کے کچھ رخ ہوتے ہیں، ان کو بیان کرتے ہوئے حضرت علی علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں:

"وَ قَدْ كَانَ يَكُونُ مِنْ رَسُولِ اللهِ صلی اللہ علیہ و آلہ الْكَلَامُ لَهُ وَجْهَانِ فَكَلَامٌ خَاصٌّ وَ كَلَامٌ عَامٌّ فَيَسْمَعُهُ مَنْ لَا يَعْرِفُ مَا عَنَى اللهُ سُبْحَانَهُ بِهِ وَ لَا مَا عَنَى رَسُولُ اللهِ صلی اللہ علیہ و آلہ فَيَحْمِلُهُ السَّامِعُ وَ يُوَجِّهُهُ عَلَى غَيْرِ مَعْرِفَةٍ بِمَعْنَاهُ وَ مَا قُصِدَ بِهِ وَ مَا خَرَجَ مِنْ أَجْلِهِ۔" (25)

یعنی: "لیکن مشکل یہ ہے کہ کبھی کبھی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشادات کے دو رخ ہوتے تھے۔ بعض کا تعلق خاص افراد سے ہوتا تھا اور بعض کلمات عام ہوتے تھے اور ان کلمات کو وہ شخص بھی سن لیتا تھا جسے یہ نہیں معلوم تھا کہ اللہ اور رسولؐ کا مقصد کیا ہے اور اسے سن کر اس کی ایک توجیہ کر لیتا تھا بغیر اس نکتہ کا ادراک کئے ہوئے کہ اس کلام کا مفہوم اور مقصد کیا ہے اور یہ کس بنا پر صادر ہوا ہے۔"

حضرت علی علیہ السلام اپنے بارے میں ارشاد فرماتے تھے:

"وَ كَانَ لَا يَمُرُّ بِي مِنْ ذَلِكَ شَيْءٌ إِلَّا سَأَلْتُهُ عَنْهُ وَ حَفِظْتُهُ فَهَذِهِ وُجُوهُ مَا عَلَيْهِ النَّاسُ فِي اخْتِلَافِهِمْ وَ عِلَلِهِمْ فِي رِوَايَاتِهِمْ۔" (26)

یعنی: "یہ صرف میں تھا کہ میرے سامنے کوئی ایسی بات نہیں گزرتی تھی مگر یہ کہ میں دریافت بھی کر لیتا تھا اور محفوظ بھی کر لیتا تھا۔ یہ ہیں لوگوں کے درمیان اختلافات کے اسباب اور روایات میں تضاد کے عوامل و محرکات۔"

رئیس احمد جعفری اس خطبہ کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"حدیث نبوی کی روایت ودرایت کے سلسلہ میں، امیر المؤمنینؑ نے اس سوال کے موقعہ پر جو کلمات ارشاد فرمائے در حقیقت بعد کے زمانے میں تمام ائمہ فن حدیث کے لئے وہ راہ نما ثابت ہوئے۔ حقیقت یہ ہے کہ علم حدیث تمام تر انہیں اصولوں پر منضبط ہوا ہے جو امیر المؤمنینؑ نے بیان فرمائے ہیں۔" (27)

اسی طرح اس خطبہ کی وضاحت میں علامہ ذیشان حیدر جوادی لکھتے ہیں:

"امام علیہ السلام کے انہیں بیانات کی روشنی میں علماء روایات حدیث کے قبول کرنے کے اصول مرتب کئے ہیں اور یہ طے کر دیا ہے کہ راوی منافق اور کاذب ہے تو اس کی روایت بہر حال قابل اعتبار نہیں ہے۔ اس کے بعد راوی میں صحیح محفوظ کرنے کی صلاحیت نہیں ہے تو تنہا اس کی روایت بھی قابل اعتبار نہیں ہے۔ راوی ہر اعتبار سے معتبر ہے اور ناسخ و منسوخ سے بے خبر ہے تو اس کی روایت پر عمل کرنے کے لئے بھی دوسری روایات پر نظر کرنا ضروری ہے تاکہ اس کے ناسخ کو تلاش کیا جا سکے۔ راوی کے جامع الشرائط ہونے کے بعد روایت قابل اعتبار تو ہو جاتی ہے لیکن قابل عمل نہیں ہوتی جب تک کہ علم رجال سے گذر کر مفہوم حدیث کی بحثوں کی منزل سے نہ گذر جائے اور اس کے صحیح مفہوم کا تعین نہ کر لیا جائے۔" (28)

حضرت علی علیہ السلام کو رسول اللہ ﷺ سے خاص قربت حاصل تھی جو کسی اور کو میسر نہ ہو سکی۔ اسی کی طرف حضرت علی علیہ السلام نہج البلاغہ میں اشارہ کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں:

"وَ قَدْ عَلِمْتُمْ مَوْضِعِي مِنْ رَسُولِ اللهِ صلی الله علیه و آله وسلم بِالْقَرَابَةِ الْقَرِيبَةِ وَ الْمَنْزِلَةِ الْخَصِيصَةِ وَضَعَنِي فِي حِجْرِهِ وَ أَنَا وَلَدٌ يَضُمُّنِي إِلَى صَدْرِهِ وَيَكْنُفُنِي فِي فِرَاشِهِ وَيُمِسُّنِي جَسَدَهُ وَيُشِمُّنِي عَرْفَهُ وَ كَانَ يَمْضَغُ الشَّيْءَ ثُمَّ يُلْقِمُنِيهِ وَ مَا وَجَدَ لِي كَذْبَةً فِي قَوْلٍ وَ لَا خَطْلَةً فِي فِعْلٍ۔" (29)

یعنی: "تم میرے اس مقام کو جانتے ہی ہو، جو رسول اللہ ﷺ سے قریب کی قرابت داری اور مخصوص منزلت کی وجہ سے ہے، میں بچہ ہی تھا کہ رسول ﷺ نے مجھے گود میں لیا تھا، اپنے سینے سے چمٹائے رکھتے تھے، بستر میں اپنے پہلو میں جگہ دیتے تھے، اپنے جسم مبارک کو مجھ سے مس کرتے تھے، اور اپنی خوشبو مجھے سنگھاتے تھے، پہلے آپؐ کسی چیز کو چباتے تھے، پھر اس کے لقمے بنا کر میرے منہ میں دیتے تھے، انہوں نے نہ تو میری کسی بات میں جھوٹ کا کبھی شائبہ پایا اور نہ میرے کسی کام میں لغزش و کمزوری دیکھی۔"

اسی طرح امام ترمذی نے اپنی سنن میں حضرت علی علیہ السلام سے ایک حدیث بیان کی ہے:

"كُنْتُ إِذَا سَأَلْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ أَعْطَانِي وَإِذَا سَكَتُّ ابْتَدَأَنِي۔" (30)

یعنی: ”جب میں رسول اللہ ﷺ سے سوال کرتا تھا تو آپؐ مجھے عطا کرتے تھے اور جب خاموش رہتا تھا تو آپؐ خود ابتدا کرتے تھے۔“

رسول اللہ ﷺ کا حدود و قصاص کا اجرا کرنا

حضرت علی علیہ السلام نبی کریم ﷺ کے حدود و قصاص کے اجرا کرنے کو اس طرح بیان کرتے ہیں:

”وَقَدْ عَلِمْتُمْ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ رَجَمَ الزَّانِيَ الْمُحْصَنَ۔۔۔يُخْرِجْ أَسْمَاءَهُمْ مِنْ بَيْنِ أَهْلِهِ۔“ (31)

یعنی: ”تم جانتے ہو کہ رسول اللہ ﷺ نے جب زانی کو سنگسار کیا تو نماز جنازہ بھی اس کی پڑھی اور اس کے وارثوں کو اس کا ورثہ بھی دلوایا۔ قاتل سے قصاص لیا تو اس کی میراث اس کے گھر والوں کو دلائی۔ چور کے ہاتھ کاٹے اور زنا غیر محصنہ کے مرتکب کو تازیانے لگوائے تو اس کے ساتھ انہیں مال غنیمت میں سے حصہ بھی دیا اور انہوں نے مسلمان عورتوں سے نکاح بھی کئے۔ اس طرح رسول اللہ ﷺ نے ان گناہوں کی سزا ان کو دی اور جو ان کے بارے میں اللہ کا حق تھا اسے جاری کیا مگر انہیں اسلام کے حق سے محروم نہیں کیا اور نہ اہل اسلام سے ان کے نام خارج کئے۔“

اس ایک ہی پیراگراف میں حضرت علی علیہ السلام نے، رسول اکرم ﷺ کی پوری زندگی جس میں آپؐ نے حدود اور قصاص کا اجرا کیا، ان سب کو بیان کیا ہے

رسول اکرم ﷺ کا طرز زندگی

امیر المؤمنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام نبی کریم ﷺ کے زہد و ورع کو اس طرح بیان کرتے ہیں:

”قَدْ حَقَّرَ الدُّنْيَا وَصَغَّرَهَا وَأَهْوَنَ بِهَا وَهَوَّنَهَا۔۔۔وَخَوَّفَ مِنَ النَّارِ مُحَذِّراً۔“ (32) یعنی: ”آپ ﷺ نے اس دنیا کو ذلیل و خوار سمجھا اور پست و حقیر جانا اور یہ جانتے تھے کہ اللہ نے آپؐ کی شان کو بالاتر سمجھتے ہوئے اس دنیا کو آپ سے الگ رکھا ہے۔ اس دنیا کو گھٹیا سمجھتے ہوئے دوسروں کے لئے اس کا دامن پھیلا دیا ہے۔ لہٰذا آپؐ نے دنیا سے دل سے کنارہ کشی اختیار کرلی اور اس کی یاد کو دل سے بالکل نکال دیا اور یہ چاہا کہ اس کی سج دھج نگاہوں سے اوجھل رہے کہ نہ اس سے عمدہ لباس زیب تن فرمائیں اور نہ کسی خاص مقام کی امید کریں۔ آپؐ نے پروردگار کے پیغام کو پہنچانے میں سارے عذر اور بہانے بر طرف کر دیئے اور امت کو عذاب الٰہی سے ڈراتے ہوئے نصیحت فرمائی۔ جنت کی بشارت سنا کر اس کی طرف دعوت دی اور جہنم سے بچنے کی تلقین کرکے خوف پیدا کرایا۔“

مقالہ نگار نے ، پی ایچ ڈی کے مقالہ میں نہج البلاغہ سے احادیث رسول ﷺ کی تخریج کی ہے جس کی تفصیل درج ذیل پیش کی جارہی ہے:

خطبات

نہج البلاغہ کا پہلا حصہ حضرت علی علیہ السلام کے "خطبات اور کلام" پر مشتمل ہے۔اس حصہ میں سے (64) احادیث کی تخریج کی ہے۔ جن میں سے صحیح احادیث کی تعداد (43) ہے۔ حسن احادیث کی تعداد (2) ہے۔ حسن غریب کی تعداد (2) ہے۔ کچھ احادیث کے دو حکم وارد ہوئے ہیں یعنی حسن اور صحیح یا حسن غریب اور صحیح ان کی تعداد (4) ہے۔ (13) احادیث کا حکم معلوم نہ ہو سکا اور ضعیف احادیث اس حصہ میں نہیں ہیں۔ مرفوع متصل احادیث کی تعداد (62) ہے، جبکہ مرفوع منقطع کی تعداد صرف دو ہے۔ موقوف اور مقطوع احادیث اس حصہ میں موجود نہیں ہیں۔

مکتوبات

نہج البلاغہ کا دوسرا حصہ حضرت علی علیہ السلام کے "مکتوبات اور رسائل و وصایا" پر مشتمل ہے۔ اس حصہ میں سے (19) احادیث کی تخریج کی ہے۔ جن میں سے صحیح احادیث کی تعداد (11) ہے۔ حسن صحیح احادیث کی تعداد (1) ہے اور ضعیف احادیث کی تعداد (2) ہے ۔اسی طرح غریب احادیث کی تعداد بھی (2) ہے۔ (3) احادیث کا حکم معلوم نہ ہو سکا۔ مرفوع متصل احادیث کی تعداد (16) ہے۔ موقوف احادیث کی تعداد (3) ہے، جبکہ اس حصہ میں مقطوع احادیث موجود نہیں ہیں۔

کلمات قصار

نہج البلاغہ کا تیسرا حصہ حضرت علی علیہ السلام کے " حکم اور کلمات قصار" پر مشتمل ہے۔ اس حصہ میں سے (49) احادیث کی تخریج کی ہے۔ جن میں سے صحیح احادیث کی تعداد (25) ہے۔ حسن صحیح احادیث کی تعداد (2) حسن احادیث کی تعداد (1) ہے ، حسن غریب کی تعداد (1) ہے۔ ضعیف احادیث کی تعداد (7) ہے۔ غریب احادیث کی تعداد (2) ہے اور (11) احادیث کا حکم معلوم نہ ہو سکا۔ مرفوع متصل احادیث کی تعداد (43) ہے۔ موقوف احادیث کی تعداد (6) ہے۔ جبکہ اس حصہ میں مقطوع احادیث موجود نہیں ہیں۔

اس مقالہ میں 132 احادیث کی تخریج کی گئی ہے، جن میں حصہ اول میں سے 64 احادیث نبویہ، حصہ دوئم میں سے 19 احادیث نبویہ اور حصہ سوئم میں سے 49 احادیث نبویہ کی تخریج کی گئی ہے۔ان کی تفصیل اس طرح ہے:

(الف) صحت و ضعف کے اعتبار سے:

1) صحیح احادیث کی تعداد 82 ہے۔
2) حسن صحیح کی تعداد 2 دو ہے۔
3) چار 4 احادیث ایسی ہیں جن کے حکم میں اختلاف پایا جاتا ہے، ان کے بارے میں کہا گیا ہے کسی نے صحیح، کسی نے حسن اور کسی نے صحیح حسن کہا ہے۔
4) حسن احادیث کی تعداد تین 3 ہے۔
5) حسن غریب احادیث کی تعداد بھی 3 ہے۔
6) ضعیف احادیث کی تعداد 9 ہے۔
7) غریب احادیث کی تعداد 3 ہے۔
8) جن احادیث کا حکم معلوم نہ ہو سکا ان کی تعداد 26 ہے۔

(ب) سند کے اعتبار سے:

1. احادیث مرفوع متصل کی تعداد 121 ہے
2. احادیث مرفوع منقطع کی تعداد 2 ہے
3. احادیث موقوفہ کی تعداد 9 ہے۔

جبکہ اس میں کوئی بھی مقطوع حدیث موجود نہیں ہے۔

(ج) موضوع یا عدم موضوع کے لحاظ سے:

اس میں کوئی بھی موضوع حدیث موجود نہیں ہے۔

(د) تخریج کے لحاظ سے

دو احادیث کی تخریج تحقیق کے باوجود نہ ہو سکی۔ کیونکہ جن کتب میں یہ احادیث آئیں، ان میں نہج البلاغہ ہی کا حوالہ پیش کیا گیا ہے۔

نتیجہ: نتیجہ یہ ہے کہ قرآن کریم کو حدیث مبارکہ کے بغیر سمجھا نہیں جا سکتا کیونکہ حدیث قرآن کی تفسیر ہے۔ لیکن یہ ضروری ہے کہ جب بھی کوئی حدیث بیان کی جائے تو اس حدیث کو عقل کی بنیاد پر پرکھا جائے تاکہ صحیح اور غیر صحیح، مقبول و مردود حدیث میں تمیز ہو سکے۔ تمام قسم کی احادیث حق و باطل، صدق و کذب، ناسخ و

منسوخ، عام و خاص، محکم و تشابہ، اور حقیقت و وہم موجود ہیں۔ ہر راوی کی حدیث کو قبول نہ کیا جائے کیونکہ روایوں چار اقسام ہیں جن میں منافق، اہل شبہ، خاطی اور وہم کرنے والے اور صادق ان میں سے صرف صادق اور قابل وثوق رواۃ کی حدیث کو ہی قبول کیا جائے گا لیکن اس کے باوجود بھی غور و فکر کی ضرورت ہے کیونکہ روای تو صادق ہے لیکن حدیث سے جو رسول اللہ ﷺ کی مراد اور مقصود ہے کو سمجھا بھی ہے یا نہیں۔ لہٰذا احادیث کو ان کے مقرر کردہ اصولوں پر رکھنا انتہائی ضروری ہے اور پرکھے بغیر کسی بھی حدیث کو قبول نہیں کیا جائے گا۔ اسی طرح اس مقالہ میں رسول اکرم ﷺ کے قول و فعل کو بطور حدیث واضح کیا گیا اسی طرح احادیث کی مجموعی تعداد بیان کی گئی جن کی پی ایچ ڈی کے مقالہ میں تخریج کی گئی تھی۔

*****

حوالہ جات

1۔ الباجی حافظ ابوالولید سلیمان ابن خلف (المتوفی: 474ھ)، التعدیل والتجریح، جلد 1، صفحۃ 21

2۔ ڈاکٹر خالد علوی، "اصول الحدیث"، ناشر: محمد فیصل، ندیم یونس پرنٹرز لاہور، طبع سال 1998م، جلد 1، صفحۃ 38

3۔ الشہید الثانی زین الدین ابن علی العاملی (المتوفی: 965ھ)، "منیۃ المرید فی ادب المفید و المستفید"، ناشر: مکتبۃ الاعلام الاسلامی، طبع اول سال 1409ھ، صفحۃ 369

4۔ قرآن الکریم، سورۃ النحل: آیت 40

5۔ مفتی جعفر حسین، "مترجم نہج البلاغہ"، ناشر: معراج کمپنی لاہور، طبع سوم 2013، باب مکتوبات ووصایا، وصیت 77، صفحہ 625

6۔ القرآن الکریم، سورۃ الحشر، آیت 7

7۔ نہج البلاغہ، خطبہ 208، صفحہ 454

8۔ نہج البلاغۃ قول 98، صفحہ 649

9۔ الکلینی الشیخ ابو جعفر محمد بن یعقوب بن اسحاق (المتوفی: 329ھ)، "الکافی"، ناشر: دار الکتب الاسلامیۃ تہران ایران، طبع سوم سال 1367ھ ش، جلد 1، صفحۃ 52

10۔ نہج البلاغہ، خطبہ 173، صفحہ 358

11۔ نہج البلاغہ، خطبہ 152، صفحہ 318

12۔ نہج البلاغہ، خطبہ 126، صفحہ 280

13۔ابن بابویہ محمد بن علی (المتوفی: 381)،کتاب: "الخصال"، تحقیق غفاری علی اکبر، ناشر جامعۃالمدرسین قم المقدس، طبع اول سال 1362ھ ش۔ جلد 2، صفحہ: 643

14 ۔ مفتی جعفر حسین، نہج البلاغہ، خطبہ 208، صفحہ 454

15۔ نہج البلاغہ، خطبہ 208، صفحہ 454

16۔ نہج البلاغہ، خطبہ 208، صفحہ 454

17۔ مفتی جعفر حسینؒ، نہج البلاغہ شرح خطبہ 210، صفحۃ456

18۔ سورۃالاحزاب: 22

19۔ سورۃالتوبہ: آیت 67

20۔ شرح نہج البلاغہ لابن ابی الحدید، جلد 3، صفحہ 14

21۔ نہج البلاغہ، خطبہ 208،455

22۔ نہج البلاغہ، خطبہ 208،455

23۔ نہج البلاغہ، خطبہ 208،455

24۔ مفتی جعفر حسین، مترجم نہج البلاغہ، ناشر: معراج کمپنی لاہور، طبع سوم 2013، صفحۃ460

25۔ نہج البلاغہ، خطبہ 208،455

26۔ نہج البلاغہ، خطبہ 208،456

27۔ رئیس احمد جعفری، مترجم نہج البلاغہ، صفحہ 512

28۔السید علامہ ذیشان حیدر جوادی، مترجم نہج البلاغہ، ناشر: عصمۃ پبلیکیشنز کراچی، طبع اول: آگست 2007، صفحۃ430

29۔ نہج البلاغہ، خطبہ 190، صفحہ 419

30۔ابو عیسی محمد بن عیسی بن سورۃ بن موسی بن الضحاک الترمذی (المتوفی: 279ھ)، "**سنن الترمذی الجامع الصحیح**"، ابواب المناقب عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم - باب، حدیث: 3740

31۔ خطبہ 125، صفحہ 278

32۔ خطبہ 107، صفحہ 249